محترمہ سہروردی رانا

مسلمان خواتین طب کے میدان میں

مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں مسلم خواتین بھی طب و جراحت جانتی تھیں۔ صحابیات میدانِ جنگ میں مرہم پٹی کرتی تھیں، زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ اُمِ سلیم، اُمِ لیلیٰ، ام رفیعہ، ام مطاع الغاریہ، ام عطیہ اور اسما اسی سلسلے میں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ رضیدہ بھی فنِ جراحت میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ آپ نے اپنا خیمہ مسجدِ نبویؐ کے صحن میں نصب کیا ہوا تھا، جہاں آپ کے پاس اس وقت کے تمام آلاتِ جراحی اور مرہم پٹی کا سامان موجود تھا۔ عہدِ بنو اُمیہ میں زینب جو قبیلہ زور سے تعلق رکھتی تھیں، امراضِ چشم کے علاج میں بڑی مشہور تھیں[1]

صفیہ ابوبکر بن زہر کی خواہر اور خواہر زادی بھی فنِ طب میں ماہر تھیں اور حرمِ شاہی میں معالجہ کا کام کرتی تھیں۔ بقول ابنِ ابی اصیبعہ:

"صفیہ ابوبکر کی بہن اور بھانجی دونوں طب میں ماہر تھیں اور معالجہ نسوانی سے متعلق علوم پر وقوف حاصل تھا اور یہ دونوں منصور کے حرم میں بغرضِ علاج جایا کرتی تھیں"

ان کے علاوہ ام الحسن قاضی ابوجعفر اندلسی بھی طب میں مشہور تھیں اور مغل بادشاہ شاہ جہاں کے زمانے میں ستی النسا کو فنِ علاج میں مہارت حاصل تھی۔

مسلمانوں نے ہر دور میں طب کے میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ انھوں نے نہ صرف یونانی طب سے فائدہ اٹھایا بلکہ نئی نئی چیزیں بھی ایجاد کیں۔ مہاسوں کا علاج انھوں نے دریافت کیا۔ آرائش کا سامان بھی ایجاد کیا۔ خضاب بھی ان ہی لوگوں کی اختراع ہے۔

---

[1] طبقات الاطبا از ابن ابی اصیبعہ

مسلمان اس زمانے میں بھی موجودہ دور کی طرح میڈیکل کالج قائم کیے ہوئے تھے۔ اسکندریہ میں ایک بہت بڑا میڈیکل کالج تھا۔ یہاں ڈاکٹری کا سات سالہ کورس ہوا کرتا تھا۔ ایران میں بھی جندی شاپور میں بھی ایک میڈیکل کالج تھا، جس وقت طلبا اپنا کورس مکمل کر لیتے تھے تو ان کا باقاعدہ امتحان لیا جاتا تھا۔ عراق میں ثابت بن سنان اور مصر میں مذیب الدین ان دو طبیبوں کے نام ملتے ہیں جو ان کا امتحان لیتے تھے۔

طبِ اسلامی کا قدیم نصاب

اسلامی عہد کے طبی مدارس میں طلبا فن کو ابتدا میں فصول بقراط، مسائل حنین، شرح نیلی وغیرہ کا درس دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد ذخیرہ ثابت بن قرہ منصوری، الاغراض الطبیہ، حاوی، کامل الصناعۃ اور ذخیرۂ خوارزم شاہی وغیرہ کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ آگے چل کر ان کتابوں میں ترمیم و تنسیخ ہوتی گئی اور شرح قانون، شرح الاسباب والعلامات، کتاب المحضی فی الطب وغیرہ داخلِ نصاب ہو گئی۔

عہدِ اسلامی میں فنی امتحانات

طبی امتحان کا سلسلہ بھی مدارس طبیہ کے قیام کے ساتھ ساتھ جاری ہو گیا تھا۔ ان امتحانات میں خاصے اہتمام سے کام لیا جاتا تھا۔ نصابِ فن کی تکمیل کے بعد ہر امیدوار کے لیے ضروری تھا کہ علم و عمل کے جس شعبہ کو اس نے تحقیق و ترتیب کے لیے منتخب کیا ہے۔ اس کے فاضل و ماہر اساتذہ کے ساتھ رہ کر ان کی زیرِ ہدایت ایک عرصہ تک کام کریں اور جب وہ اس کی قابلیت سے مطمئن ہو جائیں تو اس کا امتحان لیں۔ ان امتحانات کا ایک اور پہلو بھی تھا جسے موجودہ زمانے میں تسجیل اطبا کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے امتحانات بھی گاہے بگاہے منعقد ہوا کرتے تھے۔ یہ پیشہ ورانہ امتحانات پاس کیے بغیر کسی بھی شخص کو طبیب، جراح فصاد کمالِ دندان ساز، بیطار وغیرہ نہیں بنایا جا سکتا تھا۔

تفطی کی روایت ہے کہ خلیفہ معتمد باللہ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک شخص کسی اناڑی طبیب کی غلطی کا شکار ہو گیا ہے تو اس نے ابراہیم بن محمد بن بطی کو کہا کہ شاہی اطبا اور دوسرے ممتاز اور مسلم اطبا

کے اطبا کو مستثنیٰ قرار دے کر باقی تمام اطبا کو معالجہ سے روک دینے کے احکام نافذ کرے اور جب تک بغداد کے سرکاری شفاخانوں کے ڈائریکٹر جنرل رئیس الاطبا سنان بن ثابت کو امتحان دے کر اس کی مستقل سند حاصل نہ کرلیں تو کسی شخص کو علاج معالجہ کی اجازت نہیں دی جائے گی ۔ چنانچہ احکامات جاری کر دیئے گئے ۔ صرف بغداد میں ہی ایک ہزار کے لگ بھگ اطبا معالجین نے امتحان میں شمولیت کی ۔ ان میں سے سات سو پاس ہوئے اور انھیں معالجہ کی اجازت دے دی گئی، باقی ناکامی کی وجہ سے معالجہ سے روک دیے گئے ۔

طبی کیلنڈر

اس سلسلہ میں یہ خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ابو سعید یمامی اور بعض دوسرے اطبا نے امتحانات کے موضوع پر کتابیں تصنیف کر رکھی تھیں جن میں مختلف شعبوں کے لحاظ سے علم، تجربہ اور لیاقت وغیرہ کے معیار پر اطبا کے مختلف مدارج مقرر کیے گئے تھے ۔ ان میں امتحانات کے قواعد و ضوابط بھی مندرج تھے ۔

طبی معائنے

اس زمانے میں سرکاری دواخانوں کی نگرانی وغیرہ کے علاوہ عام شہری میڈیکل سٹور کی جانچ پڑتال کا دستور رائج تھا ۔ اس غرض کے لیے باقاعدہ ڈرگ انسپکٹر موجود تھے ۔ چنانچہ عباسی حکومت کے مشہور سپہ سالار افشین نے ایک مرتبہ ابن زکریا طیفوری کو دوا فروشوں کے معائنے کے لیے مقرر کیا اور اس کی رپورٹ پر کئی غیر ذمہ دار دوا فروشوں کو تنبیہ کی اور کئی کو دوا فروشی سے روک دیا ۔

طب اسلامی کے شفاخانے

موجودہ حکومت کی طرح اس زمانے میں بھی مسلمانوں نے بہت ہی شان دار شفاخانے تعمیر کروائے ۔ عربی حکومت میں جو سب سے پہلا شفاخانہ ملتا ہے وہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں قائم ہوا تھا ۔ اس نے یہ دمشق میں بنوایا تھا اور دماغی اسپتال تھا[2]

---

[2] طب العرب از ای جی براؤن ۔

المنصور عباسی : اس نے اندھوں اور اپاہجوں کے لیے دار العاجزہ اور پاگلوں کے لیے دار المجانین بنوائے تھے جن کے ساتھ طبی امداد کی بہم رسانی کا بھی اہتمام تھا۔

ہارون الرشید : اس نے سب سے پہلے بغداد میں شفاخانہ تعمیر کرایا تھا۔ جبریل بن بختیشوع اس کا افسر اعلیٰ تھا۔ برامکہ کو عباسی وزیرِ حکومت میں عروج حاصل تھا۔ انھوں نے بغداد میں بھی شفاخانے تعمیر کروائے تھے اور ہندی طبیب کو یہاں مقرر کیا تھا۔

تاریخ التمدن الاسلامی کا مصنف جرجی زیدان رقم طراز ہے :

"بغداد کے رشیدی شفاخانے کے نقشِ قدم پر دیگر اسلامی حکومتوں نے بھی بے شمار بیمارخانے تعمیر کروائے۔ چنانچہ متوکل کے وزیر فتح بن خاقان نے مصر میں ایک شفاخانہ بنوایا جس کا نام بیمارستان مغافر رکھا۔"

احمد بن طولون : مصر میں بیمارستان ابن طولون ساٹھ ہزار کے خرچ سے قائم ہوا۔ ابنِ طولون ہر جمعۃ المبارک کو بنفسِ نفیس اس کا معائنہ کرتا تھا۔ قصی الدین ابن زبیر۔ ابن ابی اصیبعہ اس کے معالجین میں سے تھے۔

احمد بن طولون نے مفاجات اور ناگہانی حوادث کے لیے بھی جامع طولون کے ایک حصّہ میں فرسٹ ایڈ ہسپتال قائم کر رکھا تھا۔

رے میں عظیم الشان شفاخانے قائم تھے۔ یہاں رازی جیسے جلیل القدر طبیب کام کرتے تھے۔ مکہ اور مدینہ میں بھی شفاخانے قائم تھے، جہاں سعید بن یعقوب الدمشقی رئیس الاطبا تھے۔

عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے وزیر علی بن علیی نے بغداد کے محلہ حربیہ میں صرفِ کثیر سے ایک بہترین شفاخانہ بنوایا تھا جس میں ابوعثمان بن سعید رئیس الاطبا تھے۔

سلطان صلاح الدین غازی نے قاہرہ میں ایک شفاخانہ بنوایا تھا جس کی دیواروں پر قرآنِ حکیم لکھا ہوا تھا۔

مولانا شبلی نعمانی نے اپنے ایک مقالہ میں ابنِ جبیر کی یہ روایت نقل کی ہے۔

یہ نہایت شاندار عمارت ہے، دواؤں کے لیے ایک الگ کمرہ ہے۔ اس کے لیے منشی اور دواساز مقرر ہیں۔ پاگلوں کے علاج کے لیے الگ مکانات ہیں جن کے لیے ایک وسیع احاطہ ہے۔ اس شفاخانے کا انتظام ایک طبیب کے سپرد ہے جس کے ماتحت بہت سے ملازم ہیں۔ سلطان خود شفاخانے کے معائنے کے لیے آتا ہے اور بیماروں کے معالجہ اور خبرگیری پر نظر رکھتا ہے۔

بیمارستان الکبیرہ ۱۰ لاکھ درہم کے خرچ سے بنوایا گیا تھا۔ اس میں سرجری۔ زنانہ وارڈ۔ اپریشن تھیٹر، دیگر مختلف امراض کے لیے الگ الگ وارڈ موجودہ دور کی طرح مخصوص تھے۔ اور ہر وارڈ میں متعلقہ مرض کا ماہر ڈاکٹر موجود ہوتا تھا۔ ادویات کا سٹاک الگ ہوتا تھا اور باورچی خانے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ اس طریقِ کار سے مریضوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں پہنچانے کی کوشش کی گئی تھی۔

قرطبہ میں ایک عظیم الشان بیمارستان تھا۔ اس میں ابوالقاسم ازہراوی ایسے قابل اور نامور سرجن نے خلقِ خدا کو دکھوں سے بچانے کی کوششیں کیں۔

سنان بن ثابت نے سفری شفاخانوں کا ایک سلسلہ جاری کیا تھا۔ علی بن عیسیٰ کے حکم سے دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقے سواد میں ماہر معالجین کی ایک جماعت ضروری ادویہ و آلات دے کر غریب کسانوں اور مفلس دیہاتیوں کی طبی خدمات کے لیے بھجوائی گئی۔

اس طرح اس نے ایک بیمارستان اساری کی بنیاد ڈالی جو قیدیوں کے علاج و معالجہ کے لیے مخصوص تھا۔

فوجی اغراض کے لیے بھی شفاخانے قائم کیے گئے تھے چنانچہ سلطان محمد سلجوقی کے لشکر کا شفاخانہ ۴۰ اونٹوں پر لد کر چلا کرتا تھا۔ فوج کی صحت و نگرانی کے لیے ممتاز اطبا مقرر تھے۔ چنانچہ ملک العادل ابوبکر بن ایوب کی فوج کے لیے حکیم موفق الدین عبدالعزیز طبیب مقرر تھے۔ عربی شفاخانوں کے حسنِ انتظام اور نظم و نسق کے بیان کے لیے ایک کتاب درکار ہے لیکن یہاں اس کی گنجائش نہیں۔

ہندوستان میں اسلامی حکومتوں کے شفاخانے

سلطان محمد تغلق کے زمانے میں (۷۲۵ تا ۷۵۲ھ) صرف دہلی میں ستر شفاخانے تھے اور بارہ سو

سرکاری طبیب خدمتِ خلق میں مصروف تھے۔ سلطان محمد تغلق خود بھی فاضل طبیب تھا۔[۳۵]

سلطان فیروز شاہ کے زمانے میں پانچ سو شفاخانے تھے۔ تاریخ رشید الدین خانی میں لکھا ہے کہ اس نے تخت نشین ہوتے ہی تیس مدرسوں، ۵۰ نہروں اور ۱۰۰ شفاخانوں کی تعمیر کا حکم دیا۔ ان شفاخانوں میں امیر وغریب، ہندو مسلم سب کا مفت علاج ہوتا تھا۔

سلطان محمود شاہ نے بھی مانڈو میں ایک شفاخانہ بنوایا۔ حکیم الحکما فضل اللہ خاں کو بطور اعلیٰ طبیب مقرر کیا تھا۔

اکبر اعظم مغل شہنشاہ نے بھی حکیم ابو الفتح گیلانی کی تجویز پر ملک کے طول وعرض میں بے شمار شفاخانے قائم کروائے تھے اور یہاں ہزاروں طبیب دن رات خدمتِ خلق میں مصروف رہتے تھے۔ ان میں لطف اللہ گیلانی، مسیح الملک شیرازی، شیخ حسن پانی پتی اور روح اللہ وغیرہ مشہور تھے۔[۳۶]

شاہ جہاں نے بھی شفاخانے قائم کروائے تھے۔ احمد آباد کے شفاخانوں کا افسر الاطبا میر محمد ہاشم تھا۔

اورنگ زیب نے نہ صرف گزشتہ سلاطینِ مغلیہ کے قائم کردہ شفاخانوں کو ترقی دی بلکہ خود بھی نئے شفاخانے بنوائے۔ سورت میں ایک عظیم الشان شفاخانہ بنوایا تھا۔ اس زمانے میں نواب خیر اندیش خاں، عبد الرزاق نیشاپوری، عبد المجید اصفہانی وغیرہ مشہور طبیب تھے۔

عثمانی حکمران

عثمانی حکمرانوں نے بھی اپنے زمانے میں شفاخانے قائم کروائے تھے۔ ۱۳۹۹ء میں بورسہ (Bursa) میں سلطان بایزید نے ایک شفاخانہ بنوایا تھا۔ ادرنہ میں سلطان مراد ثانی نے جذامیوں کے لیے شفاخانہ قائم کروایا۔ ۱۴۷۰ء میں استنبول میں فاتح سلطان محمد نے ایک شفاخانہ بنوایا۔ ۱۵۳۹ء میں سلیمان اعظم قانونی کی والدہ حفصہ سلطان نے منیسا میں ایک شفاخانہ تعمیر کروایا۔ ۱۵۸۳ء میں سلطان مراد ثالث

---

۳۵ تاریخ فرشتہ از ابو القاسم فرشتہ

۳۶ اکبر نامہ از ابو الفضل

کی والدہ بالوسلطان نے استنبول میں ایک شفاخانہ بنوایا تھا۔[۵]

علم الادویہ

عرب اطبا نے علم الادویہ پر بھی خاص توجہ دی - ابنِ بیطار اور رشیدالدین اور ابنِ جلجل علم الادویہ میں مشہور تھے - مسلمان اطبا نے اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں - ان میں ابویعقوب ابنِ اسحاق الکندی کی کتابیں مشہور ہیں اور بوعلی سینا کی کتاب القانون بھی خاص مقام رکھتی ہے -

علم الالسنہ میں لغت کی شہادت ایک اہم سند تصور کی جاتی ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ طب جدید کی بہت سی اصطلاحات عربی اور یونانی زبانوں سے اخذ کی گئی ہیں - چنانچہ الکلائن، الکلی، لیوکیمیا، ماتیا، جلاب، کیبلوس، ڈایافرم، بانقراس وغیرہ تمام عربی اور یونانی اصطلاحات ہیں -

عہدِ حاضر کی طرح طبِ قدیم میں اجتہادات کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا، جیساکہ اطبارِ عرب کی بعد کی تالیفات سے ظاہر ہے - برائٹیس ڈیزیز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی دریافت کا سہرا ڈاکٹر رچرڈ برائٹ کے سر پر ہے - استسقائے لحمی کے عنوان سے یہ مرض طب کی قدیم کتابوں میں موجود ہے - سوزاک کو ایک نئی بیماری سمجھا جاتا ہے، حالانکہ شرح اسباب وغیرہ تمام کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے - Rat - bite - fever کو ایک جدید تحقیق سمجھا جاتا ہے - لیکن اسی نوع کے بخار کا ذکر حالاتِ طبِ قدیم کی کتاب میں ملتا ہے -

طبِ قدیم میں کلیات کی جانب خصوصاً توجہ دی گئی - اسی باب میں فزکس، علم ماہیتِ امراض، مادّی جنین، علم الاسباب اور علم علاماتِ امراض وغیرہ کو جمع کردیا گیا ہے -

مسلمانوں نے طبِ یونانی کو اتنی ترقی دی کہ جالینوس اور بقراط کے نام بہت زیادہ مشہور ہوگئے - یہ لطف کی بات ہے کہ مسلمانوں نے ان کے ناموں کو ضائع نہیں کیا اور اس چیز کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے فلاں فلاں چیز یونانیوں سے حاصل کی ہے اور پھر ہم نے اجتہاد سے کام لے کر تجربات کیے ہیں -

---

[۵] ترکی نظامِ طب کی تاریخ از ڈاکٹر سہیل انور، ایم۔ڈی -

عرب کے ایک مشہور طبیب ابنِ ایطلان ہو گزرے ہیں۔ انھوں نے ۱۰۶۳ء میں وفات پائی۔ ان کی سب سے مشہور کتاب تقویم الصحۃ ہے۔ ابنِ ایطلان اپنی طویل سیر و سیاحت کے دوران کچھ عرصہ شیراز میں اسامہ کے پردادا کی خدمت میں بھی مامور رہا۔ اسامہ نے اسی سلسلے میں ابن ایطلان کے متعلق اپنے گھر والوں سے بچپن میں بعض حکایات سُنی ہیں۔ ان میں سے ایک حکایت یہ ہے:

ایک مرتبہ ابنِ ایطلان کے پاس استسقا کا ایک مریض لایا گیا جس کو لا علاج سمجھ کر واپس کر دیا گیا۔ لیکن بعد میں وہ اس سے ملا تو مریض تندرست تھا۔ جب مریض سے علاج کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ میری والدہ ہر روز روٹی کا ایک ٹکڑا سرکہ میں بھگو کر جو کہ ایک مرتبان میں پڑا تھا کھلا دیتی تھی۔ ابن ایطلان نے وہ مرتبان منگوایا، جس میں سرکہ تھا۔ مرتبان کو الٹ کر باقی ماندہ سرکہ باہر نکالنے پر معلوم ہوا کہ مرتبان کے منہ پر دو زہریلے سانپ پڑے ہیں جو آپ سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں۔ یا بہت حد تک سرکہ میں حل ہو چکے ہیں۔ ابنِ ایطلان نے کہا کہ سانپوں کے سوا اور کون تیرا علاج کر سکتا تھا۔

قاضی ابو علی التنوخی کی مشہور کتاب الفرج بعد الشدۃ ہے اس میں چودہ ابواب ہیں، اس میں قابلِ ذکر امراض کے متعلق پندرہ حکایات موجود ہیں۔

پہلی حکایت بغداد کے ایک نوجوان کے متعلق ہے، جو رازی کے پاس آیا، خون کی قے کی اسے شکایت تھی۔ رازی نے بغور اس کا معائنہ کیا۔ لیکن وہ اُسے سمجھ نہ سکا، یہ دیکھ کر مریض سخت مایوس ہوا۔ رازی نے جب مریض کی پریشانی دیکھی تو اس نے فرطِ عقیدت سے از سرِ نو پوری توجہ دی اور مریض سے پوچھا کہ تم نے اپنے سفر میں کس قسم کا پانی پیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ اس نے تالابوں کا پانی پیا تھا۔ رازی نے مریض کو دوسرے دن آنے کو کہا اور کائی بھی لانے کو کہا۔ چنانچہ مریض اگلے دن دو کائی کے گھڑے بھروا کر لایا اور رازی نے مریض کو کہا کہ اسے کھا جا۔ مریض نے کافی مقدار میں کھائی۔ رازی نے زبردستی تمام کائی اسے کھلا دی۔ بالآخر مریض کو سخت قے آئی اور جب رازی نے بغور اسے دیکھا تو اس میں ایک جونک موجود تھی جس کے خارج ہوتے ہی مریض صحت یاب ہو گیا۔

"چہار مقالہ" میں نظامی عروضی سمرقندی نے خاص طور پر اس کے چوتھے باب میں مریض کے

نفسیاتی علاج سے بحث کی ہے اور خواجہ ابوبکر دقاق کا ایک واقعہ نقل کیا ہے :

خواجہ ابوبکر دقاق ایک بہت بڑے طبیب تھے۔ لوگ انھیں امام تصور کرتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ایک شخص میرے پاس بغرض علاج آیا۔ حالانکہ اس کا علاج جاری تھا لیکن صحت دن بدن خراب ہوتی جارہی تھی۔ ایک دن ان کے گھر گیا تو حالت بہت خراب تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ اس رات ضرور مر جائے گا۔ شام کو جب گھر آیا تو بہت ہی زیادہ افسردہ تھا۔ نماز پڑھی، اس کی صحت یابی کے لیے دعا کی۔ صبح جب اٹھا تو مجھے یقین ہو چکا تھا کہ وہ مرگیا ہوگا۔ اپنی چھت پر اس غرض سے چڑھا تاکہ ان کے گھر سے رونے کی آواز سنوں لیکن عجیب معاملہ تھا کوئی رونے پیٹنے کی آواز نہیں آرہی تھی۔ واپس آیا تو دو نفل پڑھے اور سجدے میں سر رکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس اثنا میں ان کے دروازے میں ایک شخص آیا اور اس لڑکے کی صحت یابی کے متعلق خبر دی۔

نظامی عروضی لکھتے ہیں کہ مجھے جب انھوں نے یہ واقعہ سنایا تو انھوں نے کہا کہ بے شمار مریض میرے اسی طرح صحت یاب ہوئے، اگرچہ وہ میرے قریب مرنے کے نزدیک ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نظامی عروضی نے چہار مقالہ میں لکھا ہے :

"ایک طبیب کے لیے ضروری ہے کہ وہ رفیق الخلق، حکیم النفس، ہمدرد اور متقی ہو۔ اس کو دیانت دار بھی ہونا چاہیے۔"

مغربی اطبا نے غذاؤں کے استعمال اور آب و ہوا کے اثرات پر بہت سی کتابیں لکھیں اور اس کو کافی اہمیت دی لیکن عرب اطبا نے اس کی طرف بھی خاصی توجہ دی۔ براؤن نے اپنی مشہور کتاب التعریف میں ایک باب علاج میں غذا اور آب و ہوا کے لیے وقف کیا ہے۔ شیخ علی بن عباسی نے بھی اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔

طب اسلامی مسلمانوں کی علمی اور عملی مساعی کی زندۂ جاوید یادگار ہے جس کا اعتراف گستاولی بان، کمبل اور ڈریپر وغیرہ نے کیا ہے۔ ایک آزاد قوم کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے تمدن اور علوم وفنون کو زندہ رکھے۔ پاکستان کے مسلمان ڈاکٹروں کو بھی طب اسلامی کا مطالعہ کرنا چاہیے اور وہ اس کو کہیں زیادہ ترقی یافتہ سائنٹیفک پائیں گے۔